ایک عارف کامل کے چند

تابدار نقوش

عارف تام المعرفت سلطان العارفین

حضرت شاہ صوفی غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کی

کچھ جھلکیاں

تالیف

حضرت شاہ محمد عبدالرحیم صاحب درد رحمۃ اللہ علیہ

معلم جماعت فہم قرآن کریم کوڑنگل

خلیفہ عارف باللہ حضرت شاہ صوفی غلام محمد صاحبؒ

بہ اہتمام

حضرت مولانا شاہ محمد کمال الرحمن صاحب دامت برکاتہم

خطیب مسجد عالمگیری شانتی نگر، نزد آئی ٹی آئی، ملے پلی، حیدرآباد۔ ۲۸

صاحبزادہ وجانشین حضرت شاہ صوفی غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تفصیلات کتاب

نام کتاب	ایک عارفِ کامل کے چند تابدار نقوش
مؤلف	حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب دردؒ
صفحات	۳۲
تعداد اشاعت	ایک ہزار
سنہ اشاعت	۲۰۰۵ء م ۱۴۲۶ھ
کتابت وسرورق	شکیل کمپوزنگ سنٹر
معاونین کتابت	حافظ مولوی حفظ الرحمٰن مسعود مفتاحی، حافظ محبوب الرحمٰن مشہود سلمہم
طباعت	عائش آفسیٹ پرنٹرس، روبرو فائر اسٹیشن، سیلر متصل مسجد رضیہ، جدید ملک پیٹ، حیدرآباد فون 9391110835, 24513095
قیمت	-/20 روپئے

فہرست مضامین

عناوین	صفحہ
احوالِ شیخ	۳
پیش لفظ	۴
ابتدائی ملاقات کا تذکرہ	۶
توحید فعلی کیا ہے	۷
ایک سوال/ پیکرِ عمل	۸
سانسیں اُن کی، ذاکر وشاغل	۹
نعرۂ ھو	۱۰
حضرت کے آنسو اور ظہور کرامت	۱۱
پہلوانوں سے مقابلہ	۱۲
برقی رو اور پہلوان پریشان	۱۲
ایک کلال کا قبولِ اسلام	۱۴
بابوراؤ عبدالباسط بنے	۱۵
عدالت میں جج کی حیرانی	۱۵
انتقالِ نسبت کیا اور کیسے؟	۱۶
پیامِ خاص! نسبت تملیک	۱۸
مندڑی کلاں	۱۹
مندڑی کے نومسلم حضرات	۲۱
حالات مندڑی کلاں	۲۱
مندڑی کی خوشگوار یادیں	۲۴
درد بھری آواز!	۲۶
چمنی تا سورج	۲۷

احوالِ شیخؒ

اسم با مسمیٰ تھے حضرت غلام
محنت دین و نعمت رہا ان کا کام
تھے وہ حضرت محمد ﷺ کے سچے غلام
اور آقا ﷺ سے تھی ان کو نسبت تمام
جو بھی ملتے تھے ان سے خواص و عوام
سب کے ہاں یکساں تھے ذی احترام
سب میں اونچے تھے ہمت میں عالی مقام
تھے یقیناً بلاشبہ ذی احتشام
ان میں ہر دم تھا تبلیغ کا ذوق خاص
ساری دنیا میں دیتے تھے دیں کا پیام
عشق میں ان کا کوئی بھی ثانی نہ تھا
خطابت میں تاثیر تھی لاکلام
کیوں کمالؔ اپنے رحمٰن پہ نازاں نہ ہو
کہ وہ ہے یقیناً غلامِ غلام

پیش لفظ

حضرت شاہ صوفی غلام محمدؒ اس ریاست حیدرآباد دکن میں کمال اللّٰہی سلسلہ کے اسم با مسمیٰ اولیاء میں سے تھے جن کو پروردگارِ عالم نے وھبی علم سے سرفراز فرمایا تھا۔

مشائخِ طریقت کے سچّے مرید اور ارادتمندوں کے سچّے مرشد اور کاملین میں سے تھے۔

میرے خسر محترم حضرت شاہ محمد عبدالرحیم صاحب دردؔ والد ماجد سے غیر معمولی متاثر تھے، علم و عمل کے پیکر کو دیکھ کر ارادتمندوں میں داخل ہو کر وہ فیضان حاصل فرمایا جو بہت کم کسی کے حصہ میں آتا ہے۔ نظم و نثر دونوں میں عبور تھا کئی کتابیں منصہ شہود پر آئیں، احقر نے ان کے بہت سے اشعار سپرد قرطاس کئے ہیں۔ شعور نماز، رموز معرفت، دینی باتاں، مختصر سیرت، رفیق و رہبر، درمان حرمین، دعوت قرآن فہمی، تضمینات بر کلام غلام، دل، چہل حدیث، اسماء حسنیٰ پر دردؔ صاحبؒ کی کتابوں اور الکمال میں ان کے ہزاروں اشعار احقر نے چھپائے ہیں۔

اُن کا ایک شعر یہ ہے:......

غلام محمد میرے پیر ہیں
میرے پیر آقا کی تصویر ہیں
کمال و جمال و نوال و ظلال
یہ سب انکے گلہائے توقیر ہیں

ان کی نظم ونثر کے بارے میں حضرتؒ نے ۱۰ ارمئی ۱۹۷۷ء ۱۲ ارجمادی الاول ۱۳۹۷ھ کو حضرت نے اپنی خصوصی دستخط کے ساتھ ایک تحریر عطاء فرمائی جو بجائے خود ایک وثیقہ ہے۔ حضرت نے فرمایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی مَنِ تَّبَعَھُمْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ.

محبی ومحبوبی مولوی محمد عبدالرحیم صاحب دردؔ کا حج وزیارت بھی ربوبیت الٰہیہ کا کرشمہ ہے جو اپنے اندر عجائب وغرائب رکھتا ہے۔ ایک عجوبہ رسالہ درمان حرمین ہے۔ ربّ العالمین جیسے بعض اصحاب کیلئے سفر وحضر اور خواب و بیداری ایک کر دیتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے موصوف کے لئے نظم ونثر ایک کر دی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو قبولیت عطاء فرمائیں اور سعادت دارین کا ذریعہ بنائیں۔

یہ حضرات اپنے بزرگوں کی یادگار ہیں اور انھوں نے اپنے اسلاف کا نمونہ بن کر دکھانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ انفرادی کام ہو کہ اجتماعی، سماجی کام ہو کہ معاشرتی اپنے اپنے موقع پر موقع ومحل کی مناسبت سے بھرپور علمی فائدہ اٹھایا اور فائدہ پہنچایا۔ حضرت دردؔ کا تحریر کردہ حصہ قدرے ذیلی سرخیوں سے مزین کر کے پیش کیا جارہا ہے۔ آخر میں خود حضرتؒ کا بیان کردہ کچھ حصہ بضمن موضع منڈری کلاں تعلقہ ونپرتی ضلع محبوب نگر پیش ہے جو دلچسپ ہے اور موثر بھی۔ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کو غریق رحمت کرے۔ آمین

شاہ محمد کمال الرحمٰنؒ

صاحبزادہ حضرت صوفی غلام محمد صاحبؒ

ابتدائی ملاقات کا تذکرہ

میرے خسر محترم المقام شاہ عبدالرحیم صاحب دردؔ رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح بیان فرمایا۔ تحصیل آفس کے ایک اہلکار دوست نے ایک مرتبہ یوں کہا کہ میں ایک کامل مسلمان کا پتہ بتاتا ہوں جس کا اس زمانے میں ثانی نہیں دیکھا وہ حضرت غلام محمد صوفی ہیں وہ مدرسہ میں مدرس ہیں اور زبردست واعظ بھی، جب انھیں بلانا اور استفادہ کرنا طے ہوا تو کچھ پتہ نہ چلتا تھا لیکن لباس، وضع قطع، گفتگو، سادگی اور سچّے پیر کے نمونہ اور سچّے صفات کے پیکر کو آنکھوں سے دیکھ لیا پھر وہ صحبتیں نصیب ہوئیں اور فیضیابی کے وہ موقع ملے جن کی تفصیل کے لئے مستقل تصنیف کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ دنیا میں آتش بیاں اور شعلہ فشاں مرشد تو آسانی سے مل جاتے ہیں مگر وہ پیر ملے جنھوں نے عملی زندگی سے اسوۂ حسنہ کی تصویر کھینچ کر رکھ دی اور سرزمین کوڑنگل پر بلند آہنگ بیانات اور کلمۂ طیبہ اور مقام انسانیت کی تفصیلات سے اور پُر اثر وجدانی تمثیلات سے آراستہ ڈھائی ڈھائی اور تین تین گھنٹوں کے بیانات نے وہ اثر انگیزی دکھائی کہ پورے تعلقہ کے لوگ پروانہ وار دوڑ پڑے اور بیانات سننے کے لئے ٹوٹ پڑے۔ پھر یہ طے ہوا کہ فی الوقت حضرت سے اجازت لے کر ہر ہفتہ کی شام بغرض حصول علم صحیح جائیں گے اور پھر پیر کی صبح اپنے اپنے مقامات پر واپس ہوں گے۔

تقاضائے بیعت

اس کے بعد مسلسل علم صحیح کے حصول کا سلسلہ چلتا رہا اور ہم متعلّم بنے

رہے۔ ایک دن مغل گدّہ کی مسجد میں جو حضرت کے گھر سے قریب تھی بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت خاموش فکری عبادت میں محو تھے، بھائی نے اشارہ کیا کہ بیعت کیلئے عرض کر دیجئے، میں نے سہمے ہوئے انداز میں رُکتے رُکتے کہا حضرت! داخل بیعت فرمالیجئے، ساتھ ہی حضرت کے چہرے پر سرخی آگئی اور حیرت سے فرمایا کہ آپ حضرات نے ابھی کان نہیں دیا میں نے بے ساختہ کہا حضرت کان ہی نہیں بلکہ جان بھی دیدی ہے۔

جو سنو سمجھو اور اس پر عمل کرو بس یہی مریدی اصل ہے۔ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھے حکمت و معرفت کی بات بتلاتے رہتے، اُلوہیت الٰہیہ اور رسالت محمدیہ ﷺ اور انسانیت کو سمجھاتے رہے اور دقّت طلب اونچے سے اونچے مسائل کو سادہ زبان و تمثیل میں بیان فرماتے جس سے دل باغ باغ ہو جاتا اور انشراح بھی ہو جاتا۔

توحید فعلی کیا ہے؟

ایک مرتبہ نماز عصر کے بعد چائے نوشی ہوئی اور حضرت اپنے دھیمے انداز میں مسائل و حقائق سناتے اور سمجھاتے رہے اس کے بعد جب ہم نے جانے کی اجازت چاہی تو حضرت ہمیں چھوڑنے کے لئے بس اسٹانڈ تک آئے اور راستہ میں ایک سیکل سوار کو آتا ہوا دیکھ کر فرمایا، یہ کیا ہو رہا ہے میں نے کہا سیکل آرہی ہے فرمایا، کیا سیکل کو خود سے چلنا آتا ہے یا کوئی چلانے والا چلائے تو چلنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ سیکل کی جگہ اپنے آپ کو رکھ کر دیکھئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے ساتھ ہر آن کیا کیا عطاء فرمارہے ہیں۔ توحید فعلی کو اس آسانی سے سمجھا دیا کہ شرک فی الافعال کافور ہو گیا۔ حضرت ایک مرتبہ کوڑنگل آئے۔ عبدالحئی صاحب اول مددگار ہائی اسکول کوڑنگل کے ہاں فروکش تھے۔ عصر کی نماز

میں اطلاع ہوئی بھائی بھی آئے ہوئے تھے۔ دونوں حضرت سے ملاقات کیلئے گئے۔ راستے میں طے ہوا کہ آج رات کا کھانا حضرت ہی کے ساتھ کھائیں گے۔ حضرت سے ملاقات ہوئی۔ ادب سے بیٹھ گئے تھوڑی دیر بعد بات کرنے کا موقع ملا تو عرض کیا حضرت! آج رات کا کھانا ہمارے ساتھ کھایئے۔ حضرت نے فرمایا ٹھیک!

ایک سوال؟

پھر میں نے سوال کیا حضرت کیا کھانا پسند فرمائیں گے۔ بس معاً حضرت کا چہرہ سرخ ہوگیا یکدم حضرت خاموش! ساری محفل پر سناٹا طاری ہوگیا، میں بہت پشیمان تھا کہ مجھے ایسا سوال نہ کرنا چاہیئے تھا۔ چند منٹ بعد حضرت لب کشا ہوئے ارشاد ہوا، جو حلال ہے۔ سب کچھ کھائیں گے یا اور جو حرام ہے اسے ہاتھ بھی نہ لگائیں گے۔ پھر فرمایا میں نے حضرت کے ساتھ جو رہ کر دیکھا ہے اس کا کچھ حصہ یہ ہے۔

پیکرِ عمل!!

بات اس وقت کی ہے جب حضرت کوڑنگل سے حیدرآباد کے محلّہ ٹپہّ چبوترہ میں منتقل ہوگئے تھے۔ ایک دن میں کوڑنگل سے تقریباً ڈھائی بجے رات حضرت کے پاس ٹپہّ چبوترہ پہنچا، سلام کیا، سلام کا جواب حضرت نے ہی دیا اور خود ہی دروازہ بھی کھولا۔ ایک دوسرے کی مزاج پرسی کے بعد حضرت نے پوچھا عشاء قائم ہوچکی ہے؟ میں نے نفی میں جواب دیا حضرت فوراً کمرے سے باہر نکل گئے۔

اور تھوڑی دیر بعد آکر فرمایا، طہارت اور وضوء سے فارغ ہوجایئے۔ میں کمرے سے باہر آکر طہارت کیلئے لوٹا دیکھنے لگا کہ حضرت سے پوچھنے کو گستاخی

سمجھتا تھا۔ حضرت نے خود ہی فرمایا، پانی طہارت خانے میں ہے، جا کر دیکھا تو لوٹا حضرت نے بھر رکھا تھا۔ یہ بات مجھے پہلے سے معلوم تھی کہ حضرت کے پاس طہارت خانے میں پانی کا گھڑا موجود نہیں۔ بہت پشیمان ہوا کہ حضرت نے بہ نفسِ نفیس یہ خدمت انجام دی ہے۔ سنتے آئے تھے کہ پیر مریدوں سے خدمت لیتے ہیں یہاں معاملہ اُلٹ گیا، شدید احساسات دل میں لئے ہوئے واپس آیا۔ حضرت باہر کھڑے ہوئے تھے رکھی ہوئی چوکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا وضوء بنالیجئے۔ ٹوٹی کے لوٹے میں پانی بھرا ہوا تھا، وضو کرلیا تو حضرت نے تو ال ہاتھ میں تھمادی۔ کمرے کے اندر داخل ہوا، مصلیٰ اٹھا کر پلٹا تو دستر خوان چنا ہوا پایا، ایک ایک چیز حضرت نے لائی تھی۔ حضرت کے ساتھ مسنون طریقہ پر کھانا ہوا، پھر حضرت نے دستر خوان اٹھایا۔ حضرت کی مسہری کمرے کی جنوبی دیوار سے لگی بچھی ہوئی تھی۔ میں نے حضرت کے غیاب میں حضرت کی پائینتی رومال سے فرش صاف کیا کہ میرے سونے کا یہی مقام تھا۔

قال را بگذار مردِ حال شو
پیش مرد کاملے پامال شو

لیٹنے ہی والا تھا کہ حضرت آئے اور فرمایا یہ کیا ہورہا ہے۔ میں نے گھبرا کر عرض کیا حضرت لیٹنا چاہتا ہوں۔ حضرت نے خاص لہجے میں تحکمانہ انداز میں مسہری کی طرف اشارہ فرمایا۔ یہاں نہیں وہاں لیٹئے، پسینہ پسینہ ہوگیا۔ جانتا تھا اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَبْ حکم کی تعمیل میں لیٹ گیا لیکن نیند کہیں اُڑ گئی تھی۔

سانسیں اُنکی، ذاکر و شاغل!

حضرت کی سانسیں رات کے سنّاٹے میں صاف ذکر جہری کر رہی تھی،

اللہ...... ھو- اللہ ھو...... اور میں اس ذکر کو ہمہ تن گوش سن رہا تھا جب تہجد کا وقت ہوا، اُٹھے اور نماز تہجد ادا کی پھر اذان تک ۱۲ر تسبیح کا ذکر ہوا، دل پھول کی طرح کھل گیا تھا۔ حضرت کے ساتھ فجر کی نماز ادا کرنے مسجد گیا، مسجد سے واپس آ کر صبح کے کھانے تک حضرت کی معیت نصیب رہی۔ اس دوران محسوس ہوا کہ حضرت کا فعل قول سے زیادہ اثر انگیز ہے۔ حضرت کی دو کامیاب تقریریں کوڑنگل میں جامع مسجد میں ہوئیں، سراہنے والوں نے سراہا اور تنقید کرنے والوں نے سخت تنقید کی مگر بالمواجہ نہیں غیاب میں کہا کہ حضرت صرف کلمۂ طیبہ کا پہلا جز ہی بیان فرماتے ہیں۔ دوسرے جز پر توجہ نہیں دیتے۔ نہیں معلوم ان کا کس فرقہ سے تعلق ہے۔ لیکن حضرت جو بھی بیان فرماتے ہیں خود متاثر ہو کر بیان فرماتے ہیں۔ بیانات بے حد اثر انگیز ہوتے اور سامعین میں سننے کی تشنگی روز افزوں تھی۔ تیسری دفعہ حضرت کو بلایا گیا تو بیان جامع مسجد کے بجائے کوڑنگل کی ایک بزرگ ہستی کے گھر ہوا، گھر گنجان آبادی میں ہے کافی کشادہ ہونے کے باوجود سامعین کی کثرت نے اسے تنگ دامان بنا دیا۔ لوگ ہمہ تن گوش ہو کر چھتوں پر بیٹھ گئے۔ مختصر حمد و نعت کے بعد حضرت نے چمنی کی مثال دیتے ہوئے تفصیلاً صالحیت، شہادت، صدیقیت اور نبوّت کی سیر حاصل وضاحت فرمائی۔

نعرۂ ھو

نبوت کے تذکرہ پر ھو کا نعرہ بھی لگا، سامعین مبہوت تھے اور ناقدین کو ان کا منہ توڑ جواب مل چکا تھا۔ ۳ر تین گھنٹے تک ہوتا رہا بیان کے بعد لوگ پروانہ وار دوڑ پڑے اور تقریر سننے کیلئے ٹوٹ پڑے اور اکثر لوگوں نے داخل بیعت ہونے کی استدعا کی۔ حضرت نے فرمایا پہلے مسجدوں کو آباد کرو، مسجدیں خالی ہیں، مجھے مصلّی چاہئے مرید نہیں کوئی انتہائی عاجزی سے درخواست کرتا تو فرماتے ۴۰ر دن

تک ایسی نماز جماعت سے ادا کر کے آؤ کہ تکبیر اولیٰ نہ چھوٹے۔ میرے ذہن میں تقریر محفوظ تھی۔ منظوم بھی ہوگئی۔

حضرت کے آنسو اور ظہورِ کرامت!

حضرت کے کسی ہم سفر سے میں نے یہ سنا کہ حضرت جماعت کے ساتھ گرما کے موسم میں دوپہر کے وقت سفر میں تھے۔ راستہ میں ایک اونٹ کو آتے ہوئے دیکھا کہ اس کی پیٹھ پر سیندھی سے بھری ہوئی پکھال تھی۔ حضرت وہیں بیٹھ گئے اور سب ساتھی بھی بیٹھ گئے۔ حضرت مسلسل آنسو بہا رہے تھے۔ سب کے سب حیران تھے کہ کیا بات ہوئی۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی سواری ہے اور اس پر اب حرام چیز رکھی گئی ہے۔ حضرت اب ہچکیاں لیتے ہوئے رو رہے تھے پھر دیکھنے والوں نے دیکھا کہ اونٹ بیٹھ گیا اور پاؤں گھسنے لگا اور اونٹ والا جو پیچھے آ رہا تھا اس کے قریب پہنچنے تک اونٹ مر چکا تھا۔ اونٹ کی موت کے ذریعہ اللہ پاک نے یہ بتلا دیا کہ ایک اللہ والے کے دل کے تڑپنے کا کیا اثر ہوتا ہے۔ پیدل پگڈنڈیوں پر گذر رہے تھے۔ دیکھا اونٹ آ رہا ہے سیندھی سے بھری ہوئی پکھال لادی گئی ہے حضرت کی زبان سے نکلا، یہ تو سرکار کی سواری ہے، اور حضرت کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ جماعت حیران تھی سب نے دیکھا کہ اونٹ گر گیا ہے پھر تڑپ کر ٹھنڈا ہوگیا۔ اگر حضرت کی زبان سے بے ساختہ وہ جملہ نہ نکلتا اور آنسو رواں نہ ہوتے تو اونٹ کا تڑپنا اور مر جانا ایک راز ہی رہتا اور ویسے حضرت اپنی تقریروں میں سرکار کی بے انتہا تبلیغی محنت اور مصائب کا تذکرہ نہایت رقت سے فرماتے ہوئے ایک ’ھو‘ کا نعرہ لگاتے اور سامعین پر سکتے کا عالم طاری ہوجاتا۔ حضرت مدرس تھے، گورنمنٹ اسکولس مختلف مدارس پر آپ کے تبادلے ہوئے جہاں بھی آپ تشریف لے جاتے اللہ

کے فضل وکرم سے تدریس کے ساتھ ساتھ تبلیغِ دین اور اصلاح مسلمین کی خدمات بھی بحسن وخوبی انجام دیتے۔ جب آپ کا تبادلہ قصبہ منڈری تعلقہ ونپرتی ضلع محبوب نگر ہوا وہاں پر مسلمانوں کی حالت خراب تھی، مسجد غیر آباد بہت ہی کم معاوضہ پربستی والوں نے ایک موذن کو مقرر کردیا جو صرف اذان دے کر چلا جاتا، مسجد میں نماز ہوئی ہوئی نہ ہوئی نہ ہوئی، آپ نے مسجد کی صفائی خود اپنے ہاتھوں سے کی اور وہیں قیام فرمایا، آبادی کی صورت ہوئی، کچھ لوگ آنے لگے۔ حضرت نے انھیں دین سمجھایا۔

پہلوانوں سے مقابلہ!

یہاں کے مسلمانوں میں کچھ پہلوان بھی تھے۔ ان کو کس بل اور طاقت وقوت پر بہت گھمنڈ تھا۔ سراپا جاہل ہونے کے باوجود خود کو عالم اور عقلِ کُل سمجھتے تھے۔ ایک دن مؤذن اذاں کہہ رہا تھا جب وہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه پر پہنچا تو ایک پہلوان ان کے نزدیک آکر اسے روک دیا اور بہ زور اتار کر پوچھا تو نے اللہ کو دیکھا ہے بیچارا پریشان ہوگیا اور گھبراہٹ میں کہا نہیں، پہلوان نے کہا پھر کیوں جھوٹی گواہی دیتا ہے ان پہلوانوں کی حضرت سے ملاقات ہوتی رہی۔ ان میں سے ایک عبدالسلام نامی پہلوان نے حضرت سے اپنی ملاقات کا حال یوں بیان فرمایا۔ جن کو اپنی پہلوانی پر ناز تھا، ہمیشہ تلوار، خنجر اور لٹھ سے مسلح رہتے تھے۔

برقی رو اور پہلوان پریشان

حضرت نے سلام فرما کر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا، نہیں معلوم کیوں میں مرعوب ہوگیا نہ چاہتے ہوئے بھی حضرت سے ہاتھ ملایا اور محسوس کیا کہ ایک برقی رو میرے پورے جسم سے گذر گئی، سنبھالا لیا اور کہا حضرت یہ کیا ڈھونگ رچا

رکھا ہے۔ حضرت نے سنجیدگی سے فرمایا یہی حق ہے اور جو تم سمجھتے ہو وہ باطل، میں نے کہا صرف ایسا کہنے سے بات ثابت نہیں ہوتی۔ مقابلہ ہو جائے جو جیتے گا وہی حق ہے زبانی جمع خرچ سے کچھ نہیں ہوتا۔ حضرت نے فرمایا منظور ہے تاریخ مقرر ہوئی، پہلوان صاحب پہلے سے بھاری بھرکم تھے پھر مقابلے کی تیاری بھی شروع کر دی۔ حضرت دُبلے پتلے لیکن صحت مند تھے۔ مقابلے کی تیاری بھی نہیں کی، اپنے معمولات ادا کرتے رہے۔ پہلوان کے جاسوسوں نے اطلاع دی کہ حضرت کچھ بھی تیاری نہیں کر رہے ہیں۔ یہ سن کر ان کی زبان سے نکلا کیا میں ان سے ہار جاؤں گا جن کو تیاری کی بھی ضرورت نہیں۔ دل دھڑکنے لگ گیا، مقررہ دن کا انتظار کرتا رہا آخر وہ دن آیا حضرت تشریف لائے، میں لنگوٹ کس کر اکھاڑے میں اتر گیا تھا۔ حضرت کرتا پائجامہ پہنے تشریف لائے۔ میں نے کہا حضرت مقابلہ کیلئے تیار ہو کر تشریف لایئے۔ حضرت نے فرمایا تیار ہی ہوں، میں نے کہا پھر آیئے میں آپ کو پکڑوں گا، آپ میری گرفت سے آزاد ہو جایئے۔ حضرت اکھاڑے میں اُتر گئے، میں نے حضرت کی کمر پوری قوّت سے پکڑ لی۔ حضرت نے اطمینان سے فرمایا، جب میں ہوں کہوں تو اپنے آپ کو سنبھالو، حضرت نے 'ہوں' فرمایا اور تھوڑا وقفہ دے کر اللہ اکبر کا زوردار نعرہ لگایا، میں اکھاڑے سے باہر چت گرا ہوا تھا اور حضرت نے آزاد مسکراتے ہوئے فرمایا دیکھ لو حق کو! میں سنبھل کر کہا نہیں حضرت میں اپنے اور تین ساتھیوں کے ساتھ آپ کا مقابلہ کروں گا اگر ہم ہار جائیں تو حق ثابت! حضرت نے پھر منظور فرمالیا۔ دن اور تاریخ کا تعین ہوا۔ پہلوانوں نے مقابلے کی خوب تیاری کی، ورزش میں اضافہ کے ساتھ مشقیں کرتے رہے اور حضرت حسب معمول رہے، مقابلے کی تاریخ آئی اور وقت آیا، اس مرتبہ اکھاڑے میں چار پہلوان اُترے، حضرت پہلے کی

طرح کرتا پائجامہ پہنے ہوئے اکھاڑے میں اُتر گئے۔ پہلے پہلوانوں کو سلام کیا، پہلوان عبدالسلام نے کہا کہ حضرت کے سلام کے انداز ہی میں مجھے اپنی شکست نظر آنے لگی۔ دو پہلوانوں نے حضرت کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور دو پہلوانوں نے حضرت کے دونوں پاؤں پکڑ لئے اور میں نے کمر پہلے تجربہ کی روشنی میں پوری قوت سے گرفت کی۔ حضرت نے پہلے ہی کی طرح فرمایا جب میں 'ہوں' کہوں تو سنبھل جانا، 'ہوں' کی آواز گونجی، ماحول سکتے کے عالم میں تھا، پھر اللہ اکبر کے کڑاکے کے بعد یہ منظر تھا کہ جو جس سمت تھا اکھاڑے کے باہر چت تھا۔ حضرت میرے سینے پر بیٹھ گئے اور پورے جلال سے فرمایا: دیکھ لیا حق کو! حضرت بار بار فرمارہے تھے اور میں عجیب عالم میں تھا۔ بے ساختہ کہا دیکھ لیا حضرت دیکھ لیا۔ اس کے بعد ہی میری اور میرے ساتھیوں کی زندگی بدلی ہر قسم کا نشہ اور طاقت پر گھمنڈ کافور ہوا، نمازوں کی پابندی کے ساتھ ساتھ زندگی کو بندگی بنانے کا فن حضرت سے سیکھنے لگے۔ اللہ کی اطاعت اور رسول ﷺ کی پیروی سمجھ میں آگئی، اس ہار کے بعد زندگی کو بندگی صحیح معنوں میں اللہ کی بندگی کے سانچے میں ڈھلنے لگی۔

ایک کلال کا قبولِ اسلام!

ایک کلال یلیّا کو جو حضرت کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر یحییٰ بنے، یہ کہتے سنا کہ حضرت کی پرخلوص اور سچّی اور پرکشش زندگی نے مجھے مسلمان بنایا اور اسلام قبول کرتے ہی حضرت نے مجھے اپنے لباس جیسا لباس پہنایا، قبول اسلام کے بعد ہمہ جہتی ترقی کرتے کرتے سعودی عرب پہنچا اور اب وہاں کسی مسجد کی امامت بھی نصیب ہوگئی۔

پھر خانگی حالات کے نشیب و فراز نے انھیں حیدرآباد پہنچا دیا۔ کچھ عرصہ

ہوا اُن کا انتقال ہوگیا۔ اللہ انھیں غریق رحمت کرے، اور ایک نوجوان نے مجھ سے یوں کہا۔

بابو راؤ عبدالباسط بنے

میں بابو راؤ کافر تھا۔ حضرت کو دیکھ کر اسلام لایا، اب میں مسلمان عبدالباسط ہوں۔ میں بچپن میں یتیم یسیر نانی کی پرورش میں تھا اور شریر تھا، نانی مجھے ادب سکھانے حضرت کے پاس بٹھا دیا کرتیں۔ حضرت مجھ سے محبت کا سلوک فرماتے اور میں حضرت کو ہر وقت پوری توجہ سے دیکھتا رہا۔ دن گذرتے رہے، جوان ہوا، میٹرک کا امتحان کامیاب کرکے ملازم ہوا، شادی بھی ہوئی لیکن پھر بھی حضرت کو دیکھتا رہا، متاثر ہوتا رہا، آخر ایک دن ایسا آیا کہ مجھے حضرت کے جیسا بننے کی خواہش شدّت سے پیدا ہوئی۔ حضرت سے تذکرہ کردیا۔ حضرت نے جلد بازی سے کام نہیں لیا، سوچنے سمجھنے کی مہلت دی۔ بیوی کو چھوڑنا پڑیگا، ملازمت بھی خطرہ میں آسکتی ہے۔

یہ سن کر قبول اسلام کے جذباُت میں مزید شدّت کا ظہور ہوا، پھر اسلام قبول کرلیا، نانی اور بیوی کو اسلام سمجھانے کی توفیق ملی۔ یہی میری پہلی تبلیغ تھی۔ نانی نے کہا تو یہ سمجھ کر مسلمان ہوا ہے کہ مولوی صاحب کے جیسا ہوجائے گا مگر یاد رکھ کر تو ان کی جوتیوں کی خاک تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔ ان رشتہ داروں کو چھوڑنا پڑا اور دیگر رشتہ داروں نے عدالت میں کیس دائر کردیا۔

عدالت میں جج کی حیرانی!

عدالت میں حاضری ہوئی۔ جج نے سوال کیا تم کس کے ورغلانے اور اشتعال دلانے پر اپنے قدیم مذہب کو چھوڑ کر مسلمان ہوئے ہو۔ میں نے جواب میں کہا

اگر آدمی آدمی کے کہنے سے مسلمان ہوتا ہے تو میں کہتا ہوں آپ مسلمان ہو جائیے۔ جج دم بخود ہو گیا۔ اسے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ ہر میدان میں ترقی میرے قدم چومتی رہی، پہلے میں میٹرک تھا، اب ڈگری کالج کا لکچرر ہوں، مسلمان بیوی مل گئی۔ حافظ اور اچھے تعلیم یافتہ لڑکے اللہ پاک نے میرے نصیب میں رکھے۔ اور اب الحمدللہ میں کامیاب زندگی گذار رہا ہوں۔ حضرت صرف مسلمانوں ہی میں اصلاحی کام کرنے والے نہیں تھے بلکہ قرون اولیٰ کی طرح کافروں کو مسلمان بنانے والے مبلغ بھی تھے، بہت سوں کی اصلاح ہوئی، بہت سے لوگ مسلمان بھی ہوئے اور حضرت ان کی ہر طرح سے دلجوئی فرماتے اور اس انداز سے دعوت دیتے کہ انتہائی اشتیاق سے وہ کلمہ والی زندگی پر آجاتے......

انتقالِ نسبت کیا اور کیسے؟

حضرت اکثر بن بلائے ہی تشریف لاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک مہینہ گذر گیا، نہ ہم حضرت کے پاس آئے اور نہ ہم قدم بوسی کا شرف حاصل کر سکے۔ عصر کی نماز کے بعد خبر ملی کہ حضرت تشریف لا چکے ہیں۔ جاوید صاحب بھی آئے ہوئے تھے دونوں مل کر حضرت کے پاس پہنچے، سلام اور مصافحہ کے بعد مجھ پر گریہ طاری ہو گیا۔ بہت رویا، حضرت نے میرا سر اٹھاتے ہوئے شفقت سے پوچھا کیا بات ہے، میں نے سنبھلتے ہوئے کہا آپ سے ملے ہوئے ایک مہینہ ہو گیا! تو کہا آپ کو مجھ سے محبت ہے؟ میں نے بے ساختہ کہا...... ہاں

اچھا کیا آپ مجھے بار میں بیٹھے ہوئے شراب کا پیالہ ساقی کے ہاتھوں سے پیتے ہوئے دیکھیں گے تو اسی والہانہ انداز میں وہاں آ کر میرے ہاتھ چوم لیں گے؟ میں نے بے ساختہ کہا نہیں! فرمایا! تو پھر یہ کیوں نہیں کہتے کہ مجھے محمد ﷺ سے محبت ہے غلامِ محمدؐ سے نہیں! غلامِ محمدؐ چونکہ اپنے آثار و افعال میں محمد ﷺ کو

دکھار ہا ہے آپ ﷺ سے ملنے کی آرزو میں غلام محمد کے پاس آتے ہیں مگر محمد ﷺ سے محبت کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ ہر نفس ہر آن انھیں کی پیروی میں گذرے۔ سبق چھوٹا سا تھا مگر پوری زندگی پر چھا گیا، زندگی بندگی بن گئی، انتقال نسبت کا انداز نصیب ہو گیا تصرف کی جھلکیاں دیکھ لیں۔

فَنَا فِي الشَّیخ سے فَنِا فِی الرَّسُول ہونے کی اصطلاح مشاہدے میں آگئی۔ اب یہ حال ہو گیا کہ ہر کام کے وقت با اعتبار اسوہ وعمل سرکار یاد آنے لگے۔ ایک دن مدرسہ ہی میں اطلاع ملی کہ حضرت قبلہ مولوی عبدالحق صاحب کے پاس آئے ہوئے ہیں، چھٹی کے بعد کتابیں بچوں کے ذریعہ گھر بھیج کر حضرت سے ملنے گیا۔ سلام اور مصافحے کا شرف حاصل ہوا۔ کچھ دیر بعد چائے آئی، پیالیاں سب کے ہاتھوں میں تھمادی گئیں۔ مولوی عبدالحق صاحب سبحانی نے ایک گھونٹ لیا تھا۔ حضرت نے پیالی کو تھامے ہوئے اپنے خاص انداز میں فرمایا اے چائے پینے والو! پلانے والے کو بھی دیکھ لیا۔ اس جملے کا ہر سننے والے پر الگ الگ اثر ہوا۔ حضرت نے اپنی پیالی میز پر رکھی اور اتنے میں ہم نے دیکھا کہ سبحانی صاحب پیالی ہاتھ میں لئے رقصاں ہیں اور چکر لگاتے ہوئے فرمارہے ہیں، ہاں! دیکھ لیا!! دیکھ لیا! دیکھ لیا! تیر ٹھیک نشانے میں پیوست ہو گیا۔ شیئ کے ذریعہ خالق شئ کی یافت اس انداز میں کراتے کہ ہم لوگ حیرت میں ڈوب جاتے۔ ۱۳۱۸ھ میں حضرت کی کوڑنگل تشریف آوری کسی جاگنے کی شب ہوئی۔ تین گھنٹے بیان ہوتا رہا۔ اس وقت خصوصیت سے پنجۂ الوہیت کے اعتبار سے توحید کو اتنی تفصیلی اور اتنا مبسوط بیان فرمایا اور مثالوں سے بات بیان فرماتے رہے اور سمجھاتے رہے کہ اللہ ہی محسن اعظم ہے۔ اللہ ہے لائق عبادت ہے۔ دل کا پیارا ہے۔ اللہ ہی سب کا خالق و مالک اور سب کا حاکم اور رب ہے۔ دنیا میں

سب مخلوق اس کی ہے آسمان وزمین میں جو کچھ ہے سب اس کا ہے نہ میں میرا ہے نہ میں پن میرا ہے مخلوق میں جو کچھ ہے اس کا اپنا کچھ بھی نہیں۔ پھر فرمایا مخلوق پیدائش سے پہلے وَلَمْ تَکُ شَیْئًا تھی علیم کے علم میں فقیر محض تھی علیم آقا نے اسے تمام ضروریات کو حسب اقتضاء ذاتی عطا کر کے مخلوق بنایا اور ساتھ ہی ساتھ اس پر قبضہ برقرار رکھا۔ پھر فرمایا دنیا میں سارے جھگڑے 'میں' اور 'میرا' کے ہیں۔ 'میں' جو انیت ہے وہ صرف اللہ واحد اللہ ہی کی ہے اور 'میرا' کا حقیقی اعتبار اسی کو زیب دیتا ہے۔

سروری زیبا فقط اس ذات بے ھمتا کو ہے
حکمراں ہے بس اکر وہی باقی بتانِ آزری

پیامِ خاص! نسبتِ تملیک ٹھیک کرو!

حضرت نے مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ میں یہ اعلان کردوں کہ ایک بکری لاری کی زد میں آکر مرگئی تو اس مجمع میں صرف وہی حضرات میری طرف متوجہ ہوں گے جنھوں نے بکریاں پال رکھی ہیں۔ ایک صاحب تڑپ کر پوچھ ہی لیں گے کہ حضرت کالی ہے یا سفید، اگر میں کہہ دوں سفید تو اس پوچھنے والے پر کوئی اثر نہ ہوگا مگر سفید بکری والا کہے گا ہائے میری بکری اور تفصیل معلوم کرنے کے لئے میرے قریب آئے گا اور مسلسل نشانیاں پوچھے گا۔ اگر تمام نشانیاں اس بکری ہی کی بتلادی جائیں تو رنجیدہ ہوگا ورنہ متاثر نہ ہوگا۔

غور اس امر پر کیجئے کہ بکری کا مرنا دکھ کا باعث نہیں بلکہ ''میری'' بکری کا مرنا غم انگیز ہے کہ میرے نقصان کا باعث ہے اگر یہ میرا کی نسبت اللہ کی طرف کردی جائے انسان میں صالحیت کا سکون پیدا ہوگا اور ہر مصیبت میں دل سے یہی آواز اٹھے گی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن قیدِ حیات اور بندِ غم دونوں الگ الگ

ہو جائیں گے اور صالح آدمی مالکیت کی حقیقت کو جان کر موت سے پہلے زندگی ہی میں غم سے نجات پائے گا۔ مالکیت کی صحیح نسبت کو سمجھ لینا ہی غم سے نجات پانا ہے، رنج وغم اور دُکھ کا تعلق ہمارے عقیدے سے اور عقیدے کا تعلق دل سے ہے۔ سارے تکلیف دہ اعتبارات اس کے اندر ہیں باہر نہیں۔ پھر فرمایا کسی چیز کو پیدا کرنے والا یا بنانیوالا یا خریدنے والا اس چیز کا مالک ہوتا ہے۔ چونکہ اللہ ہی ساری کائنات کو پیدا کرنے والا ہے۔ وہی کائنات کا تنہا مالک ہے۔ کائنات کا ہر ذرہ اپنے وجود میں محتاج ہے اور صرف اللہ واحد ہی حاجت روا ہے اسی لئے وہی سب کا رب ہے اور سب اللہ کے مربوب کہلاتے ہیں۔ اس طرح ایک سلسلہ قائم ہے کہ جو خالق ہے وہی مالک ہے جو مالک ہے وہی رب ہے اس کے بعد یہ بات خود بخود سمجھ میں آتی ہے کہ جو خالق و مالک اور رب ہے اسی کو حکم چلانے کا حق ہے اور جو اِن صفات سے موصوف ہے وہی معبود ہے اسی کو بات کا حق پہنچتا ہے کہ ہم اس کا دیا ہوا سر، اسی کے سامنے پورے عجز وانکساری سے جھکائیں اور اس کے دیئے ہوئے ہاتھ اسی کے سامنے پھیلا کر بھیک مانگیں!

دعوت وتبلیغ کا کام انفرادی واجتماعی طور پر بجالانا۔ محکمہ تعلیمات نے سرکاری طور پر ستانے کیلئے چھوٹے چھوٹے مواضعات پر تبادلے کئے جاتے رہے چنانچہ تقریباً ۲۳ مقامات پر آپ کو بھجوایا گیا اور اُن مقامات میں سے ایک مقام مندڑی کا حال حضرت نے خود یوں بیان فرمایا۔

مندڑی کلاں تعلقہ ونپرتی ضلع محبوب نگر

۸/ اگست ۱۹۴۵ء تا ۱۹/ ڈسمبر ۱۹۴۸ء

مدرسہ تحتانیہ مندڑی کلاں پر صدر مدرس غلام محمود صاحب اوٹکوری تھے۔

غلام محی الدین صاحب متوطن منڈری اور احقر مددگار کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔

تُلجا رام سنگھ صاحب صدر مدرس رہے۔ موصوف حیدرآباد کے مقیم تھے۔ احقر کرایہ کا مکان لے کر مقیم تھا۔ احقر اپنے ہاتھوں سے کھانا پکا کر کھایا کرتا۔ ۳رمہر ۴۵ھ ف احقر جب منڈری میں داخل ہوا تو سر پر پیٹھی اور کاندھے پر بندوق تھی۔ مسجد کا پتہ پوچھ کر مسجد میں داخل ہوئے۔ مدرسہ کا پتہ پوچھ کر مدرسہ میں داخل ہوئے۔ غلام محمود صاحب صدر مدرس تھے۔ حاضر مدرسہ ہو گئے اور مدرسہ میں کام شروع کر دیا۔ نماز کے وقت مسجد حاضر ہوئے تو دیکھا مسجد میں کچرا پڑا ہوا ہے، اور بائیں جانب کونے میں مرغی کا پاخانہ بھی پڑا ہے۔ احقر نے جھاڑو لے کر مسجد صاف کی اور خود ہی اذان اور نماز پڑھی۔ دو چار دن گذرے۔ مغرب میں کبھی منشی صاحب ٹپہ تشریف لاتے اور شریکِ نماز ہو جاتے۔ کچھ اور حضرات بھی آنے لگے۔

منڈری کے معززین میں (۱) مولوی چندہ حسینی صاحب (۲) شیخ بالے صاحب (۳) محمد امام الدین صاحب (۴) گوکار حسینی صاحب (۵) منصور علی صاحب (٦) شیخ محی الدین صاحب (۷) غلام محی الدین صاحب (۸) محمد عبیداللہ صاحب (۹) بشیر الدین صاحب (۱۰) عبداللہ صاحب فوجی (۱۱) محمد احمد صاحب (۱۲) محمد مولانا صاحب (۱۳) احمد مولانا صاحب (۱۴) محمود مولانا صاحب (۱۵) شیخ علی صاحب (۱٦) عبدالسلام (۱۷) شیخ علی صاحب خورد (۱۸) محمد یٰسین صاحب (۱۹) محمد علی صاحب (۲۰) محمد حنیف صاحب (۲۱) معین الدین صاحب (۲۲) محمد حنیف صاحب خورد (۲۳) محمد خواجہ صاحب (۲۴) عبدالعزیز صاحب (۲۵) عبدالحفیظ صاحب (۲۷) محمد موسےٰ صاحب (۲۸) بالے صاحب (۲۹) پاشاہ میاں صاحب (۳۰) محمد مولانا چپل ساز۔

مندڑی کے نومسلم حضرات جنھوں نے اسلام قبول کیا

(۱) محمد عبدالرحیم صاحب :- اِن کا پہلا نام راملو تھا۔

(۲) اہلیہ عبدالرحیم صاحب :- ان کا پہلا نام اننتما تھا۔

(۳) عبدالباسط صاحب :- ان کا پہلا نام بابوراؤ تھا۔ ۷ار مارچ ۱۹۶۰ء کو قبولِ اسلام کا اعلان کیا اور آج تک نماز قضاء نہیں ہوئی، جوان بیوی کو طلاق دیدی، دوسری شادی مغل گدہ میں جہانگیر علی صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی۔

(۴) عبدالرحمٰن : ان کا پہلا نام ھنمنتو گوڑ تھا۔ اسلام قبول کر کے کئی سال ہوا۔ بیوی کو طلاق دیدی اور دوسرا عقد محبوب نگر میں محلّہ مکہ مسجد میں ہوا۔

حالات مندڑی کلاں

اگست ۱۹۴۵ء مطابق مہر ۱۳۴۵ ف مندڑی کی مسجد میں پہلی دفعہ جب احقر داخل ہوا تو مسجد میں کچرا بھرا ہوا تھا بلکہ مغربی گوشہ میں مرغی کی بیٹ پڑی ہوئی تھی۔ احقر نے اپنے ہاتھوں سے مسجد کی صفائی کی، جھاڑو دے کر کچرا صاف کیا، خود ہی اذان دے کر نماز پڑھ لیا کرتا۔

آبادی کے بزرگ چندہ حسینی صاحب اور منصور علی صاحب پیروکاری میں لگے ہوئے تھے۔ منصور علی صاحب کی علمی استعداد بہت اچھی تھی۔ مطالعہ کا ذوق بھی بہت اچھا تھا۔ دیسمکھ صاحب آبادی کے مختار عام سمجھے جاتے اور اپنی مرضی چلانے کی فکر میں رہتے۔ کچھ لوگ ان کی مخالفت میں لگے ہوئے تھے اور آبادی کے مختلف گروپ بن گئے تھے۔

مسلمان حضرات میں شیخ علی صاحب عبدالسلام صاحب یہ دونوں ریڈیوں

کے پاس نوکر تھے۔ سیندھی شراب پی کر ہتھیار لے کر پھرا کرتے اور اپنے مخالفین کو جان سے مار ڈالنے کی دھمکیاں دیا کرتے۔ کچھ حضرات تلنگی اور ویدانت کے ماہر تھے۔ جو خود بھی پوجا کرتے اور کرواتے۔ شیخ علی صاحب کے ہاتھ میں لاٹھی ہوتی اور عبدالسلام صاحب مونچھوں پر تاؤ دیتے پھرتے۔ یہ دونوں چندہ حسینی صاحب اور منصور علی صاحب کی جان لینے کی تیاریوں میں تھے۔ بعض حضرات شریعت کا مذاق اڑاتے۔ نمازیوں اور اذان دینے والوں کو دیکھتے اور پوچھتے کہ بغیر دیکھے گواہی کیسی۔ ان کے نمائندے پاشو میاں صاحب اور عبدالستار صاحب تھے۔ یہ دونوں ہارمونیم اور طبلہ کے ماہر تھے۔ آہستہ آہستہ آبادی میں انقلاب آ گیا، علم کی صحیح برکتیں شروع ہوگئیں۔ مولوی شیخ علی صاحب، بشیر الدین صاحب اور حسینی صاحب بندوق کے شکار ہی میں شکار ہوگئے احقر سے قریب ہوئے عبدالسلام صاحب ان کا معیاری پتھر اٹھا کر پھینکنے کو دیکھ کر احقر کی ورزش دیکھ کر قریب ہوئے اور کشتی میں پٹکیاں کھا کر رام ہوئے پٹکیاں کھانے میں غالباً عبدالسلام صاحب، احمد مولانا صاحب، معین الدین صاحب، شبیر بھائی صاحب، وغیرہ تین چار آدمی شریک تھے۔ آبادی کے باہر معین الدین صاحب کے باغ کے راستہ میں یہ ریت کا میدان تھا۔ اس وقت احقر کی بغلی صاف تھی اور وہی چلا دیا کرتا کبھی کبھی ہتھا چڑھانے کی نوبت آ جاتی ڈنڈ مارنا بیٹھک لگانا مگدر پھیرنا، مغل گدہ میں کچھ دن ورزش کرنے کا موقع مل گیا تھا اور مندڑی میں وہی کام آ گیا یہ بھی اللہ کا فضل ہے اللہ نے احقر کو جس علم سے نوازا اس پر عمل کی توفیق دی۔ چنانچہ ورزش ہو کہ شکار، پیراکی ہو یا بھاگ دوڑ، ان سب سے احقر نے فائدہ اٹھایا۔ حدیث کا علم ملا اس سے فائدہ اٹھایا اور مسائل معلوم ہوئے تو اس پر حتی المقدور عمل ہوتا رہا۔ احقر اپنے آپ کو مختصر مفید مسلمان سمجھتا ہے اور احقر کی دعوت

بھی یہی ہے کہ سارے بھائی مختصر اور مفید مسلمان بن جائیں۔ مندڑی کے تالاب میں کٹے پر سے گر کر کنارے نکل گئے کائینائے پلی کے تالاب میں گھٹنوں پیرا کی ہوئی چادر پر سے تین چار مرتبہ پار ہوئے۔ عام لوگوں کا پار ہونا مشکل تھا۔ مندڑی کے قیام کے زمانے میں ایک مرتبہ زوردار بارش ہوئی اور ندیوں میں طغیانی آ گئی۔ مندڑی سے آگے آم کے درختوں کے پاس ندی دیکھنے گئے۔ ندی بہاؤ پر تھی۔ لوگ دونوں طرف رُکے ہوئے تھے۔ احقر کے ساتھ معین الدین صاحب اور محمد حنیف صاحب، منصور علی صاحب عبدالسلام صاحب شیخ علی صاحب وغیرہ تھے۔ احقر نے پوچھا کہ لوگ کیوں رُکے ہوئے ہیں جواب ملا ندی میں بہاؤ کی وجہ سے اِدھر کے اُدھر اور اُدھر کے اِدھر ہوئے ہیں اور پار ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ ہماری طرف ایک دھنگر بھی کمبل پر بیٹھا ہوا تماشہ دیکھ رہا تھا اس نے کہا وہ کون مرد ہے جو اس ندی کو پار کر لے اگر کوئی صاحب کر لیں تو میں یہ کمبل انھیں دیدوں گا احقر نے احباب سے پوچھا آپ حضرات کا کیا ارادہ ہے؟ احباب نے کہا جیسی آپ کی مرضی اس پر احقر نے رومال باندھ لیا، کپڑے اتار کر اور تمام احباب بھی کپڑے اتار کر ہمارے ساتھ تیار ہو گئے۔ احقر بسم اللہ کہہ کر ندی میں اتر گیا احقر کے ساتھ تمام احباب ندی میں کود گئے پیرا کی شروع وئی ندی میں تیرتے ہوئے دوسرے کنارے پہونچے، اِدھر کے لوگ بھی منتظر دیکھ رہے تھے اور سب کے سب حیرت میں ڈوبے تماشہ دیکھ رہے تھے۔ احقر پھر واپس ہوا، احقر کے ساتھ تمام احباب بھی واپس ہوئے۔ واپسی میں منصور علی صاحب کچھ جھونکا کھا گئے اور پھر سنبھل گئے۔ ندی سے نکلے کپڑے پہن لئے کمبل کا اعلان کرنے والا سر جھکانے لگا اور بہت شرمندہ ہوا اور کہنے لگا میں سمجھا تھا کوئی پار کرنے والا نہیں، مولوی صاحب ایسا تیرتے سو معلوم نہیں تھا۔

مندڑی کی کچھ خوشگوار یادیں

(۱) مسجد میں بیٹھے ہوئے ایک طرف دھواں بلند ہوتا ہوا نظر آیا، دھواں بڑھتا ہی جارہا تھا، احقر اپنے احباب کے ساتھ اُٹھ کھڑا ہوا دھویں کی طرف دوڑے تو ایک ہریجن کا مکان جلتا ہوا نظر آیا، ساری آبادی جمع ہوگئی۔ احقر اپنے احباب کے ساتھ کڑبی کھینچے بانسے نکالنے سامان بچانے پانی ڈالنے اور ریت پھینکنے میں مشغول ہوگیا۔ ساری آبادی یہ منظر دیکھ رہی تھی اور اس ہمدردی پر اسلامی تعلیمات کی تعریف کی جارہی تھی۔

(۲) آبادی میں دونو جوانوں میں جھگڑا ہوگیا ایک صاحب نے دوسرے کو خوب پیٹ دیا مضرور کو بہت مار لگ گئے تھے، خاندان والوں نے بدلہ لینے کا فیصلہ کیا اور گھر کی چھت پر پتھر اور لاٹھیاں جمع کر لئے گئے۔ موقع کا انتظار تھا احقر کو معلوم ہوا تو طرفین کو بلا کر ہدایت ونصیحت کی۔ ایک صاحب کو معافی مانگنے اور دوسرے صاحب کو معاف کردینے کا مشورہ دیا۔ دونوں خاندانوں نے احقر کا مشورہ قبول کیا جس چھت پر لاٹھیاں اور پتھر رکھے ہوئے تھے۔ اسی چھت کے نیچے طرفین بیٹھ کر چائے پی کر اپنے مکانات کو واپس ہوئے۔

(۳) دونو جوانوں میں جھگڑا ہوگیا۔ ایک صاحب نے تلوار سونت لی۔ دوسرے صاحب نے بندوق بھر لی اور لاٹھیاں سنبھالیں۔ احقر کی چشم تر نے دونوں کو دیکھا تو ایک صاحب نے تلوار پھینک دی اور مجھ سے آکر لپٹ گئے۔ دوسرے صاحب نے بندوق پھینک دی اور وہ بھی مجھ سے آکر لپٹ گئے۔

(۴) مندڑی کے زمانے میں ایک دن رام کرشنا پور کا سفر ہوا کرشنا پور گئے قاضی صاحب اور دوسرے حضرات سے ملاقات ہوئی وہاں بھی مسجد میں

بیان ہوا غالباً دوشنبہ کو مدرسہ واپس ہونا تھا۔ ۱۲ میل کا سفر تھا۔ رام کرشنا پور سے ۷ بجے نکلے مندڑی کو ۱۰ بجے پہنچ گئے۔ مدرسہ میں حاضری تھی۔ تین گھنٹے میں ۱۲ میل طے ہوئے بلکہ کچھ اضافہ ہی۔ احقر کے ساتھ عبدالمجید صاحب اور احمد مولانا صاحب تھے۔ احقر تیز تیز چل رہا تھا۔ یہ دونوں دوڑ رہے تھے۔

(۵) کچھ دن ایسے بھی آئے کہ عشاء کے بعد بات شروع ہوئی فجر کا وقت آ گیا......

حضرتؒ کے بیانوں میں جو درد تھا۔ غافل کو ذاکر بنانے کی جو آواز تھی آپسی محبت کا پیغام تھا۔ خلق وحق کا تعارف ہوتا تھا۔ جستجو اور تلاش کا منفرد انداز تھا۔ جانی و مالی قربانیوں کے جذبات بنتے تھے۔ انہی مضامین پر مشتمل حضرت کے صاحبزادے شاہ محمد جمال الرحمٰن صاحب جمال مفتاحی مدظلہ العالی خطیب جامع مسجد ملے پلی حیدر آباد اور صدر المدرسین جامعہ اسلامیہ دار العلوم حیدر آباد دو نظمیں لکھی تھیں ان میں سے ایک کو یہاں حضرت کے احوال و واقعات کی مناسبت سے درج کیا جا رہا ہے۔

درد بھری آواز!

(حضرت کی مجالس اور بیانوں کی کیفیت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جو سخت دلوں کو پگھلا دے وہ درد بھری آواز یہاں
غافل کو بنادے جو ذاکر ایسی ہے صدائے ساز یہاں
ٹوٹے ہوئے دِل سب جُڑ جائیں بکھرے ہوئے موتی مل جائیں
بگڑے ہوئے انساں بن جائیں کُھلتے ہیں کچھ ایسے راز یہاں
خلقت کی حقیقت کھلتی ہے خالق کا تعارف ہوتا ہے
تا عرش رسائی ہوتی ہے اونچی ہے بہت پرواز یہاں
ہر چیز سے عبرت لیتا ہے اشیاء سے خدا کو پاتا ہے
اس خاص صفت کا حامل ہے اک ایسا انوکھا باز یہاں
جو طاعت حق میں حارج ہو یا مرضیٔ مولیٰ میں حائل
ایسی نہ سنیں گے بات کوئی ایسی نہ چلیں گے ناز یہاں
زر اپنا لٹادے بہر خدا سر اپنا کٹادے حق کے لئے
جو حُبِ خدا میں مضطر ہو ایسا بھی ملا جانباز یہاں
یہ بات جمال الرحمٰن کی ہوتی ہے مسرت کا باعث
باتوں میں نبیؐ کی باتیں ہیں کاموں میں وہی انداز یہاں

چمنی تا سورج

صالحیت۔شہادت۔صدیقیت۔نبوت

حضرت شاہ محمد عبدالرحیم صاحبؒ دردؔ

خلیفہ حضرت شاہ صوفی غلام محمد صاحبؒ

حضرت شاہ غلام محمد صوفیؒ کی تمثیل منظوم صورت میں

خدا کے فضل سے یوں خدمت اسلام کرتا ہوں ۔۔۔ حسین تمثیل کو منظوم کر کے عام کرتا ہوں

مرے حضرت نے گوڑنگل کی جانب اپنی رخ موڑا ۔۔۔ کہاں کوئی دقیقہ قابل تفہیم رکھ چھوڑا

بیاں حضرت کے جاری تھے مساجد میں مکانوں میں ۔۔۔ الوہیت، رسالت کی صدا گونجی فضاؤں میں

نظر آتے ہیں جیسے شمع کے اطراف پروانے ۔۔۔ بیاں حضرت کا سننے جمع ہوجاتے تھے، دیوانے

صداقت کی صدائیں منبر و محراب سے سن کر ۔۔۔ ہر اک سینے میں احساس زیاں سے دل ہوا مضطر

پہنچ جاتی تھی دل تک بات جو دل سے نکلتی تھی ۔۔۔ طبیعت شاہراہ حق پہ چلنے کو مچلتی تھی!

کبھی رومال کی تمثیل سے تملیک سمجھاتے ۔۔۔ کبھی چمچہ ہلانے کی ہے کیا تبریک سمجھاتے

کبھی بس کا ٹکٹ اسلام کی تبلیغ کردیتا ۔۔۔ کبھی منہ کا نوالہ دل میں دینی نور بھردیتا

حقائق اور معارف کا بیاں آساں باتوں میں ۔۔۔ لئے ظاہر ہوا ہے انقلابی شان باتوں میں

یہ فرمایا اگر سینے میں دل ناکارہ چمنی ہے ۔۔۔ توجہ بس اسی چمنی کی جانب سب کو کرنی ہے

کروگے کیا اگر چمنی کوئی موری میں مل جائے ۔۔۔ طبیعت کا تقاضا ہے کہ اس کو پاک کروائے

بظاہر پاک ہوجائے تو باطن کی خبر لوگے ۔۔۔ بھرا ہے خول میں کچرا تو خالی اس کو کرلوگے

بھروگے تیل اس میں اور بتی بھی چڑھاؤگے ۔۔۔ کسی سلگی ہوئی چمنی سے منہ اس کا ملاؤگے

ہوئی روشن یہ چمنی گھر کے اندر خوب جلتی ہے ۔۔۔ ہوا سے، پھونک سے اور تیز حرکت ہو تو بجھتی ہے

اگر منظور حفاظت ہے اسے یکا بنالیجئے ۔۔۔ لگا کر اک حباب اس کو ہواؤں سے بچالیجئے

سفر میں ساتھ رکھئے راہ روشن اس سے کرلیجئے ۔۔۔ اسی تمثیل کی تطبیق میں دل کی خبر لیجئے

بھرا ہے دل کی چمنی میں بھی کچرا غور سے دیکھو — توجہ سے کرو پاکیزہ ظاہر اور باطن کو
ہیں اس میں کفر کے کنکر نفاق و شرک کا کچرا — نہیں ہے کام کی جب تک رہے یہ اس طرح گندا
نکالو ماسوی اللہ کا خس و خاشاک ہے جتنا — پسندیدہ اسی درجہ ہے، باطن پاک ہے جتنا
الوہیت کا ڈالو تیل اس پاکیزہ باطن میں — نہیں ہے روشنی لیکن ابھی سیال ساکن میں
اسے منہ تک چڑھانا ہو تو لو بتی رسالتؐ کی — ہوئی تکمیل اس چمنی میں گویا صالحیت کی
ہر اک روشن دیے سے مل کے روشن ہونے والی ہے — اب اس کی روشنی سے دور الجھن ہونے والی ہے
ابھی حرکت ہوا سے، پھونک سے بجھنے کا امکاں ہے — ابھی اس کو سنبھالو یہ چراغ زیر داماں ہے
شہادت سے اگر صدیقیت کی راہ پر آئے — لگے سرپوش اس پر اور یہ قندیل کہلائے
ادھر گھر میں رکھو روشن، ادھر باہر بھی لے جاؤ — مگر قندیل کو ہرگز نہ پٹرومیکس ٹھہراؤ
کہ پٹرومیکس کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے — کہ پاکیزہ اجالا ہے، بناوٹ بھی انوکھی ہے
ہوا برنر میں اس کے تیل ہی کے ساتھ آتی ہے — یہی تمثیل معیار نبوت کو دکھاتی ہے
ہم اپنے قلب کو قندیل کے معیار پر لائیں — اسی معراج میں صدیقیت کی برکتیں پائیں
الوہیت خدا کی، تیل ہو، بتی رسالت ہو — ضیا بخشی کی خاطر سامنے دست ولایت ہو
شریعت ہو، طریقت ہو، حقیقت معرفت بھی ہو — نمایاں عالم انوار میں راہ ہدایت ہو
پتہ کس کو ہے کتنے دل ہوئے تمثیل سے روشن — خبر کیا کتنی قندیلیں ہیں اس قندیل سے روشن
ابھی کتنے اندھیروں کو اجالے کی ضرورت ہے — ابھی کتنے اجالوں کو سنبھالے کی ضرورت ہے

منور، چمنیاں ہوجائیں ہرسو عام فیضاں ہو
دعا درد ہے پورا، دل صوفی کا ارماں ہو

بہ اہتمام

Shah Mohammad Kamal-Ur-Rahman Quasmi

Khateeb Masjid-e-Alamgiri,
I.T.I. Mallepally, Hyderabad.
H. # 19-4-281/1/A39/1,
P.O. Falaknuma, Jahanuma Road,
N.S.Kunta, Saleheen Colony, 500053
Phone: # 24474680